ماہنامہ

العارف

بیادگار

عاشقِ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بفیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہ

جون
۲۰۲۳ء
شمارہ ۵
جلد ۷

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

رحیمی ٹرسٹ کے زیرِ نگرانی

(۱) جامعہ رحیمیہ خیر المدارس

احاطہ مسجد اشرف، دیرا مدی گلی، پرنام بٹ

(۲) مدرسہ کلیمیہ (شاخِ جامعہ)

عزیز آباد نزدِ مسجد محمود حضرتؒ، پرنام بٹ

(۳) مدرسۃ الحسنینؓ (شاخِ جامعہ)

(احاطہ مسجدِ علیؓ، زکریا نگر)

(۴) مسجدِ اشرف

دیرا مدی گلی، پرنام بٹ

(۵) مسجد حضرت ذاکر رحیمیؒ

صدیق نگر، رشید آباد، پرنام بٹ

(۶) مسجدِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(زکریا نگر، ترے کاڈ)

(۷) مسجد الرضوان

(ترے کاڈ)

(۸) مکاتب اشرفیہ نداء القرآن

(بعد مغرب) احاطہ مسجد اشرف، پرنام بٹ

(۹) مکتب الشاہ فضل الرحیمؒ

(بعد مغرب) احاطہ مسجد ذاکر رحیمیؒ، رشید آباد، پرنام بٹ

(۱۰) مکتب نور القرآن

(بعد مغرب) احاطہ جامع مسجد، پرنام بٹ

(۱۱) مکتب الشیخ ذاکر رحیمیؒ

(بعد مغرب) لالہ پیٹ، پرنام بٹ

(۱۲) مکتب ناعمہ نسوان

(بعد عصر) احاطہ مسجد اشرف، پرنام بٹ

(۱۳) مکتب رحیمیہ فضل القرآن

(بعد عصر) آمنہ گلی، پرنام بٹ

(۱۴) مکتب عبد اللہ ابن مسعودؓ

(بعدِ عصر، احاطہ مسجدِ مسعود، پرنام بٹ)

(۱۵) مدرسہ پلّو میراں نسوان

(تعلیمی نگرانی) مدنی گلی، پرنام بٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ رحیمیہ و جامعہ رحیمیہ خیر المدارس کا دینی، علمی، اصلاحی، ترجمان

ماہنامہ

المعارف

جلد ۷

شمارہ ۵

جون ۲۰۲۳ء

ذو القعدہ ۱۴۴۴ھ

بیادگار

عاشق مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہ

مرتب

محمد حماد عاطف رحیمی

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

مجلس معاونت

اساتذہ جامعہ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

مولانا سہیل احمد

سالانہ زر تعاون

۱۵۰ روپئے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

AL-MAARIF

JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS

Beside: Masjid -e- Ashraf, Deeramathi 2nd Street, PERNAMBUT - 635810.
Vellore Dist, Tamil Nadu (India). P.O. Box No: 32

Cell: +91 9894306751, +91 9952557549, +91 9894641484.

Email: raheemitrust@gmail.com

A/c no. 1095201001113 - IFSC CODE CNRB 0001095

CANARA BANK PERNAMBUT BRANCH

طابع و ناشر محمد حماد عاطف رحیمی نے جے یم پراسس چنئی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المعارف جامعہ رحیمیہ خیر المدارس پرنامبٹ سے شائع کیا

آئینۂ مضامین

نگاہِ اوّلیں	اللہ کی محبت	مدیر	۳
نورِ حراء	رزق کی کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ	۵
شمعِ رسالت	تبلیغ دین کی تلقین	حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری مدظلہ	۸
بزمِ درویش	ملفوظاتِ رحیمی	عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم نور اللہ مرقدہ	۱۱
دُرِّ نایاب	معارفِ رحیمی	شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ	۱۲
فُغانِ کلیم	اثر انگیز نصائح	طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم	۱۴
مَضامِین	حج: اجتماعی بندگی کی علامت	حضرت مولانا مصلح الدین قاسمی	۱۶
مَضامِین	تہجد، فضائل وفوائد	مولانا محمد ابوبکر شبیر	۲۰
اَمثال وعِبر	امانتداری اور حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ	مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی	۲۵
نُورِ نُبوّتُ	عیدین کی چند سنتیں	مولانا مفتی اکرام الدین صاحب	۲۸
مَشعلِ راہ	حج کے متفرق مسائل	حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری مدظلہ	۳۰
اَوراد ووَظائف	متفرق دُعائیں	مولانا مفتی ارشاد صاحب القاسمی	۳۱
مِسکُ الحَرَمین	ختم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم	ماہر القادری مرحوم	۳۲

دینی کتب ورسائل کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے

”المعارف“ کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل کریں۔ (ادارہ)

نگاہِ اوّلیں — مدیر

اللہ کی محبت

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْد

مناجات کے ذریعہ بندہ اور اللہ کے درمیان ہمکلامی کا جو تعلق ہے یہ اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی ایسی پیاری دُعائیں اُمت کو سکھلا دی ہیں کہ قیامت تک بندہ اِن دُعاؤں کے ذریعہ اللہ سے مناجات کرتا رہے گا چھوٹی چھوٹی دعائیں ہیں لیکن گہرائی میں جائے تو دین و دنیا اسی کے اندر ہے۔

ایک مختصر سی دُعاء ہے ''اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ رَبِّیْ فَحَبِّبْنِیْ وَفِیْ نَفْسِیْ لَكَ فَذَلِّلْنِیْ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِیْ وَمِنْ سَیِّئِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَسْقَامِ فَجَنِّبْنِیْ'' اب اس کے اندر دیکھئے کہ دنیا کے منافع بھی مانگ لئے گئے اور نقصانات سے پناہ بھی مانگ لی گئی، عزت و آبرو بھی مانگ لی گئی، غرور سے نجات بھی مانگ لی گئی ساری چیزیں موجود ہیں۔ سب سے پہلا لفظ ''اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ رَبِّیْ فَحَبِّبْنِیْ'' یا اللہ تیری محبت میرے دل میں پیدا کر دے بے شک اللہ کی محبت ہر بندہ کے ساتھ ہے اس میں کوئی کسی قسم کا شک نہیں ہے لیکن بندوں کے دل میں اللہ کی محبت بس جانا یہ اس کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ رات میں تہجد کیلئے کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے اتنی لمبی رکعت تھی کہ نماز میں ایسی مٹھاس آئی کہ نماز ختم نہیں ہوئی جب سلام پھیر رہی ہے تو فجر کا وقت قریب آ گیا ہے پوری رات دو ہی رکعت میں ختم ہوئی ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے حضور

فرمانے لگی یا اللہ یہ راتیں بھی کیسی بے برکت ہوگئی ہیں ابھی میں کچھ کی ہی نہیں رات ختم ہوگئی ہے تو کتنی محبت اللہ تعالیٰ سے ہوگی؟ اس محبت میں وقت کیسے گذرا ہے پتہ ہی نہیں چلا۔

اگر ہماری محبت کسی کے ساتھ ہوجائے تو ہم اس کے ساتھ بات کرنے بیٹھتے ہیں وقت کیسے گذرا پتہ نہیں چلتا کیونکہ گہری محبت کا تعلق ہے وقت گذرتے چلا جاتا ہے طبیعت چاہتی ہے کہ اور کچھ وقت ساتھ گذاروں۔ تو جب اللہ سے انتہاء درجہ کی محبت ہوجاتی ہے تو بندہ کو عبادتوں میں ایسا چسکا لگ جاتا ہے اور عبادتوں میں ایسی لچک پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ عبادتیں کرتے کرتے کبھی تھکتا نہیں ہے جیسا کہ مشہور واقعہ ہے ایک مالک اور غلام کا کہ غلام کو نماز کی توفیق ہوئی مالک کو نہیں، مالک مسجد کے باہر کھڑے ہوکر آواز دے رہا ہے غلام کو کہ باہر آجا وقت ہورہا ہے مگر غلام نہیں آرہا۔ آخر کار مالک نے تنگ آکر باہر سے پوچھا او غلام! تجھے کون پکڑے رکھا ہے جو باہر آنے نہیں دیتا تو غلام نے کہا وہی ذات جو آپ کو اندر آنے نہیں دیتی۔

اور حدیث پاک میں فرمایا گیا جس دن کہ کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے نیچے چند بندے کھڑے رہیں گے ان میں سے وہ لوگ بھی رہیں گے جن کے دل مسجدوں سے اٹکے ہوئے تھے "قلبه معلق بالمساجد" تو بندہ اتنی آسانی سے اتنا اونچا مقام اللہ سے مانگ رہا ہے "اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ رَبِّيْ" یا اللہ تیرا فضل ہے تو نے مجھے اپنا بندہ بنالیا میں ذکر واذکار کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، تیری مسجد، تیرا گھر آتا ہوں جاتا ہوں تو یہ تیری توفیق سے ہے۔

حضرت والا دامت برکاتہم نے بڑی آسان دُعا سکھائی ہے کہ "یا اللہ ہمیں محروم نہ فرما" یہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو یا اللہ ہمیں تو محروم نہ فرما اس کے اندر ساری چیزیں آگئی تو بندہ ویسے ہی کہہ رہا ہے کہ "اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ رَبِّيْ فَحَبِّبْنِيْ" اے اللہ! تیری محبت میرے دل میں بسادے۔

نورِ حراء

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

رزق کی کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ وَفَرِحُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا
وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہتے ہیں روزی کشادہ فرماتے ہیں، اور تنگ فرماتے ہیں اور لوگ دنیوی زندگی پر مگن ہو گئے ہیں، اور دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں صرف چند روزہ برتنے کا سامان ہے۔

یہ آیت پاک اس جگہ متعدد وجوہ سے آئی ہے۔ اور بڑی برمحل آئی ہے پہلے آیت پاک کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، پھر اس کا مطلب سمجھیں۔

آیت پاک کا مطلب چند نمبروں میں عرض کیا جاتا ہے:

(۱) پچھلی آیت میں جن لوگوں کا حال بیان ہوا ہے، اس پر کم عقلوں کو، جو امیری اور غریبی کے لحاظ سے انسانی اقدار اور انسانوں کی قیمتیں متعین کرتے ہیں، یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ پیمان خداوندی توڑنے والے، معاشرتی روابط پر چھری چلانے والے، زمین میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے والے اور اللہ پاک کے احکام کی تعمیل سے منہ موڑنے والے، دنیا میں گل چھرے اڑا رہے ہیں، خوب دادِ عیش دے رہے ہیں، اور مزے لوٹ رہے ہیں، اگر یہ لوگ رحمت خداوندی سے دور پھینک دیئے گئے ہوتے تو ان کا ایسا اچھا حال کیوں ہوتا؟

اس آیت پاک میں اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ رزق کی کمی بیشی کا معاملہ، اللہ پاک کے

ایک دوسرے قانون سے تعلق رکھتا ہے، جس میں بے شمار مصلحتوں کی وجہ سے کسی کو زیادہ دیا جاتا ہے اور کسی کو کم، رزق کی تنگی اور فراخی مقبول ومردود ہونے کی علامتیں ہیں، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں، وہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں حالانکہ دنیا اور اس کی تمام تازگیوں کی حقیقت، آخرت کی زندگی اور اس کی سدا بہار نعمتوں کے مقابلے میں جھاڑن اور پوچھن سے زیادہ نہیں، پس کس قدر بھولے ہیں وہ لوگ جو ایسی حقیر چیز پر مرے جارہے ہیں!

(۲) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی عموماً وہ لوگ کرتے ہیں جو کھاتے پیتے اور آسودہ حال ہوتے ہیں وہ دولت کے نشے میں مست ہوتے ہیں، کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور نفس کے غلام بن کر جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں، اس آیت پاک میں ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ نادانو! دولت کی فراوانی پر نہ ریجھو کیونکہ رزق کا بست وکشاد اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، انھوں نے آج اگر تمہارے لئے رزق کے دروازے کھول رکھے ہیں تو ضروری نہیں کہ کل بھی وہ کھلے رہیں وہ ان کو بند بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر بند نہ بھی کریں تو بھی دنیا کی دولت اترانے کی چیز نہیں ہے۔ یہ تو بس چند روزہ برتنے کا سامان ہے، بہت جلد یہ اپنی قیمت کھودینے والا ہے۔

جو شخص دنیا کی دولت اور اس کی زندگی میں مگن ہے اس کی مثال اس بندر کی سی ہے جسے ادرک کی ایک گرہ مل گئی تھی اور وہ پنساری بن بیٹھا تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ”اگر اللہ پاک کے نزدیک دنیا کی قیمت مچھر کے پَر کے برابر ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتے“۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر بکری کے ایک مردہ بوچے (بوچا یعنی بن کانوں کا) بچہ پر ہوا، جو راستہ میں مرا پڑا تھا، آپ نے اس کو دیکھ کر ہمراہیوں سے پوچھا: تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کو یہ مرا ہوا بچہ صرف ایک روپے میں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم تو اس کو کسی بھی قیمت پر خریدنا پسند نہیں کرتے آپ نے ارشاد فرمایا: خدا پاک کی قسم! دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے جتنا ذلیل اور بے قیمت تمہارے نزدیک یہ مردہ بچہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال بس ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکالے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے۔ غور فرمایئے جو لوگ اتنی حقیر چیز میں مگن ہیں جو اس کی صحت میں اللہ پاک کے احکام کو پس پشت ڈال رہے ہیں، ان کے حق میں کیا رائے قائم کی جائے! خدا تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائیں۔ اور دنیا کی حقیقت سمجھنے کی توفیق بخشیں۔

(۳) لوگ عام طور پر دولت کے چکر میں اور مال کمانے کی فکر میں احکام خداوندی کا پاس ولحاظ نہیں کرتے مال کی یہی بڑھی ہوئی محبت معاشرتی اور خاندانی حق تلفیوں کا سبب بنتی ہے۔ لوگوں میں جھگڑے دعوے اور فتنے فساد مال ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں، کاروبار احکام خداوندی سے اہم بن جاتے ہیں اس آیت پاک میں یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ جس رزق کیلئے تم یہ سب کچھ کر رہے ہو اس کا بست وکشاد اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے وہ جس کیلئے چاہتے ہیں روزی کشادہ فرماتے ہیں، اور جس کیلئے چاہتے ہیں تنگ کرتے ہیں، جب حقیقت یہ ہے تو انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ پاک کے حکموں کے ماتحت رہ کر روزی طلب کرے جو روزی اس کیلئے مقدر ہے وہ ضرور ملے گی۔ اور جو مقدر نہیں وہ کبھی بھی نہیں مل سکتی، چاہے اس کیلئے ہزار جتن کر لئے جائیں، اور چاہے اس کیلئے جائز وناجائز سبھی ذرائع استعمال کر لئے جائیں۔

خرابی کی اصل جڑ ''دولت ملنے پر خوشی'' ہے دنیا ملنے پر خوشی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی احکام خداوندی سے بے التفاتی ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ ایک دوکاندار کیلئے گاہک آنے کا امکان بھی جماعت بلکہ نماز سے غافل کرنے کیلئے کافی ہوجائے گا پس عقل مند وہ ہے جو دنیا کی چیزوں کے ملنے پر زیادہ خوش نہ ہو اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کی اس حقیقت کو پیش نظر رکھے کہ وہ فقط چند روزہ برتنے کا سامان ہے اور آخرت کی زندگی دائم وقائم رہنے والی زندگی ہے جب دنیا کی یہ حقیقت اور آخرت کے مقابلے میں اس کی یہ قیمت پیش نظر رہے گی تو ان شاء اللہ ایک سمجھ دار آدمی کبھی بھی احکام خداوندی کو دوسرے درجہ میں نہیں رکھے گا۔ کیونکہ مقصد زندگی طاعت حق ہے فکر جہاں میں پڑنا نہیں۔

شمع رسالت

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری مدظلہ

تبلیغ دین کی تلقین

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے ان میں اخیر میں اس بات کی اہتمام کے ساتھ تلقین کی کہ جنہوں نے دین کی باتیں سنی ہیں وہ غائب حضرات کو پہنچادیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد خیف میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَعِمِدَ بِهَا يُحَدِّثُ بِهَا أَخَاهُ۔
(کنز العمال، حیاۃ الصحابة: ۳/۴۰۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کا چہرہ روشن فرمائیں جو میری کسی بات کو سن کر اسے اپنے کسی بھائی کو سنانے کا ارادہ کرے۔

اور بعض دیگر روایات میں یہ الفاظ ہیں: ”أَلَا! فَلْيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ“ (خبردار حاضر شخص غائب تک یہ باتیں پہنچادیں)۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی الحجہ کی بارہ تاریخ کو منیٰ میں آپ پر سورہ ”إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ“ نازل ہوئی، جس سے آپ نے اندازہ لگالیا کہ اب آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کا وقت قریب ہے، اس لئے آپ نے اہتمام کے ساتھ اُمت کو خطاب کیا اور اخیر میں فرمایا کہ: ”حاضرین غیر موجودین کو یہ باتیں پہنچادیں؛ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں“۔ (البدایہ والنہایہ، حیاۃ الصحابہ: ۳/۴۰۷)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع کے خطبہ کے اخیر میں آپ نے حاضرین صحابہ سے پوچھا کہ: ”قیامت میں تم سے جب میرے بارے میں سوال ہوگا تو تم کیا کہو گے“؟ تو سب

نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے (اللہ کا پیغام بلاکم وکاست) ہم تک پہنچایا اور (آپ نے اُمت کے ساتھ) خیر خواہی کا معاملہ فرمایا، اور آپ نے (امانت خداوندی بحسن وخوبی) ادا فرمائی، یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ،'' (اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ)۔ (مسلم شریف: ۱/ ۳۹۷، حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۴۰۴)

خدارا مجھے قیامت میں رُسوامت کرنا

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں جو خطاب فرمایا، اس کے اخیر میں یہ رونگٹے کھڑے کردینے والے الفاظ بھی تھے:

اَلَا وَاِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَاُکَاثِرُبِکُمُ الْاُمَمَ فَلَاتُسَوِّدُوْا وَجْھِیْ، اَلَا وَاِنِّیْ مُسْتَنْقِذٌ اُنَاسًا وَمُسْتَنْقَذٌ مِنِّیْ اُنَاسٌ فَاَقُوْلُ، یَارَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیَقُوْلُ: اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۱۹)

ترجمہ: خبردار رہو! میں حوض کوثر پر تمہارا منتظر رہوں گا اور تمہارے ذریعہ سے دیگر اُمتوں پر فخر کروں گا؛ اس لئے تم (بدعملی کرکے) میرا چہرہ سیاہ مت کرنا (یعنی مجھے رُسوامت کرنا) کان کھول کر سن لو کہ حوض کوثر پر میں کچھ لوگوں کو چھاٹوں گا اور کچھ لوگ مجھ سے الگ کئے جائیں گے، تو میں کہوں گا کہ اے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپکو

نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئے کام کئے ہیں (یعنی بدعات اور بدعملی میں مبتلا رہے؛ اس لئے یہ جام کوثر پینے کے لائق نہیں)۔

درج بالا کلمات اس قدر پُراثر ہیں کہ ان کو پڑھ لینے کے بعد کوئی بھی صاحبِ ایمان اور محبّ رسولؐ ایسا کام کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا جس سے آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شرم سار ہونا پڑے بالخصوص پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ: ''فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِیْ'' (کہ قیامت میں مجھے رُسوا مت کرنا) ہمیں جھنجھوڑنے کیلئے کافی ہے؛ کیونکہ اگر ایک طرف آپ اپنی اُمت کے نیک لوگوں کے ذریعہ دوسری اُمتوں پر فخر فرمائیں گے تو اگر اُمت میں ایسے بدعمل افراد زیادہ پائے جائیں جو فخر کے قابل نہ ہوں، تو یقیناً پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت تکلیف ہوگی۔

مقامِ آداب

فرمایا: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی ہے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہوئے ہیں۔ جب مدینہ پہنچے تو بغرض زیارت انصار جوق در جوق آنا شروع ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرنا شروع کیا چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر زیادہ معلوم ہوتی تھی اس لئے وہ لوگ یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی ہیں۔ حضرت صدیقؓ برابر مصافحہ کرتے رہے اور انکار نہیں کیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے تھکے ہوئے تھے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف سے بچایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کیا تب لوگ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں۔ حضرات یہ ہے خدمت کا طریقہ یہ وہ باتیں ہیں جن سے صحابہؓ کے علوم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خلوص معلوم ہوتا ہے۔ آج کل لوگوں نے صرف جوتا اُٹھا کر رکھ دینے کا نام محبت رکھا ہے چاہے اس سے تکلیف ہی پہنچے۔ مگر اپنا دل راضی ہوجائے۔

(ملفوظاتِ حکیم الامتؒ، جلد: ۱۵، ص: ۱۸۳)

ملفوظاتِ رحیمی

ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں کو جب دین کچھ حاصل نہ ہوا تو دنیا ہی کم از کم کما کر دکھلاؤ پھر فرمایا کرتے تھے کہ دنیا بھی تم لوگ نہیں کما سکو گے دنیا تو دین پر چل کر ہی حاصل ہوگی۔

فرمایا کہ مالدار کو مالدار رہنا ہی بہتر ہے اور غریب کو غریب رہنا ہی بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مالدار کا دین اس کی مالداری کی وجہ سے محفوظ ہے ورنہ معلوم نہیں اگر مال نہ ہوگا تو کیا کیا کرے گا خدا کی شان میں گستاخی کردے گا ناشکری کردے گا وغیرہ آج مال ہونے کی وجہ سے اس کا دین محفوظ ہے۔

اسی طرح غریب بھی غریب رہنے میں مصلحت ہے کیونکہ اگر اس کے پاس مال آجائے تو معلوم نہیں کہ اس کو کونسے محل میں خرچ کرے گا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے۔

ارشاد فرمایا کہ جب دنیا آتی ہے تو ہزاروں پریشانیوں کو ساتھ لاتی اور جب ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے تو اس وقت بھی قسم قسم کی پریشانیوں کو چھوڑ کر جاتی ہے۔ آنا بھی پریشانی سے خالی نہیں جانا بھی پریشانی سے خالی نہیں اس کے لئے زیادہ محنت اُٹھانے کی ضرورت نہیں مقدر میں جو کچھ ہے مل کر ہی رہے گا دیکھئے اللہ تعالیٰ اگر دینا چاہتے ہیں تو کم عقل اور بے وقوف لوگوں کو بھی اتنا دے دیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلمند حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔

اہل طریقت کے لئے ہدایت

فرمایا کہ ذکر اللہ اور نوافل وعبادت میں ایک خاص لذت ہے جو دنیا کی ساری لذتوں سے فائق ہے۔ مگر مبتدی کو اس لذت وحلاوت کی فکر میں نہ رہنا چاہئے۔ کیونکہ اعمال دین مبتدی کے لئے دواء کا حکم رکھتے ہیں۔ دواؤں میں مزا اور لذت کہاں؟ البتہ منتہی کیلئے یہی اعمال غذاء لذیذ بن جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگ اس طریق میں مزے کے طالب ہیں۔ حالانکہ یہاں تو لوہے کے چنے چبانے ہیں۔ جب تک اس منزل سے نہ گذر جائے لذت وحلاوت حاصل نہیں ہوتی۔ (حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ

معارفِ رحیمی

اصل پونجی فرائض وواجبات ہیں۔

عالم ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح الغیب میں ارشاد فرمایا کہ مؤمن کیلئے لازم ہے کہ سب سے پہلے فرائض میں مشغول ہو اور اسکا اہتمام رکھے پھر اسکے بعد ہی سنن ونوافل کا درجہ ہے فرائض کے اہتمام کے ساتھ سنن ونوافل کا اشتغال بھی اچھا ہے اگر کوئی فرائض میں کوتاہی کرتا ہوا نفلوں کا شوق دکھا رہا ہے اسکو احمق سمجھا جائیگا وہ فرض کی توہین کر رہا ہے تو اسکی نفلیں کیسے مقبول ہونگی۔

پھر آگے مثال کے ذریعہ سے بات کو مزید سمجھا رہے ہیں کہ ومثل المصلی لایحصل ربحه حتی یاخذ رأس ماله فکذلك المصلی بالنوافل لایقبل له نافلة حتی یود الفریضة۔ (فتوح الغیب)

یعنی فرائض چھوڑ کر نوافل میں لگنے والی کی مثال اس تاجر کی سی ہے جو اپنی تجارت میں نفع نہیں دیکھ رہا ہے تو اپنے اصل سرمایہ ہی میں کھانے لگتا ہے۔ ایسے ہی ہماری اصل پونجی فرائض و واجبات ہیں اسکے حفاظت کے بعد ہی نوافل نفع دیں گے۔

فرائض سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

ان عبارتوں کو نقل کرنے کے بعد حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ الہ آبادی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ دیکھئے حضرت شیخ جیلانی کیسا تیز تیز فرمارہے ہیں یہ اسی لئے تاکہ لوگوں کو اس صریح گمراہی سے نکالے اور ان میں اس برے عقیدے کو جگہ نہ پکڑنے دے کہ نوافل کا درجہ معاذ اللہ فرائض سے بڑا ہوا ہے۔

اور سنئے امام غزالی علیہ الرحمۃ بھی اپنے رسالہ الکشف والتبیین میں فرماتے ہیں جسکا

ماحصل یہ ہے کہ ایک دوسرا فرقہ وہ بھی ہے جو نوافل کا حریص ہے حالانکہ فرائض کا اہتمام اسکو کامل طور پر نہیں ہے تم ان میں کسی کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ چاشت واشراق اور اوابین اور اس جیسی نفل نمازوں کو پڑھکر تو خوب خوش ہوتا ہے مگر فرائض کی ادائیگی میں نہ تو اسکو کوئی لذت ہی ملتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی خیر ہی وہ پاتا ہے اور صاحب ترصیع کیا فرماتے ہیں دیکھئے کہ نفس نوافل کی جانب زیادہ ہی مائل ہوا کرتا ہے اسلئے کہ ان نوافل میں اپنا اختیار خودمختاری اور آزادی ہے جسمیں ایک خاص لذت ملتی ہے باقی فرائض چونکہ تکالیف شرعیہ میں سے ہے یہ قید و بند نفس پر شاخ گذرتی ہے سمجھو کہ اسی مشقت کی وجہ سے فرائض کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ (ترصیع ص:۲۸)

دیکھئے یہاں وجہ بیان فرمادی اور بالکل صحیح فرمایا کہ آزادی سبھی کو طبعاً پسند ہے جس کام کی نسبت اپنی جانب ہو اسکے انجام دینے میں مسرت بھی ہوتی ہے اور نفل کے اندر یہ دونوں باتیں ہیں کرنے نہ کرنے کی آزادی بھی ہے اور جو کر دیا وہ اپنے طرف منسوب بھی ہو گیا۔

اور سنئے صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں:

ولا شك ان من قام بالفرائض وترك النوافل ممن قام بالنوافل وترك الفرائض ۔ واکثر الناس مبتلون بھذا البلاء۔ ولذا قال بعض العارفين ان ماحرموا لو صول بتضييعهم الاصول۔

یعنے اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص فرائض کو اہتمام سے ادا کرے اور نوافل چھوڑ دے تو وہ اس سے کہیں افضل و بہتر ہے جو کہ نوافل کا اہتمام تو کرے اور فرائض کو چھوڑ دے اکثر و بیشتر لوگ اس بیماری میں مبتلا ہیں اس لئے اللہ والوں نے کہا ہے کہ یہ لوگ اصول کو ضائع کر دینے سے وہ وصول سے محروم ہو گئے۔ یعنی اللہ کے پیارے نہیں ہو سکے۔ (رسالہ وصیۃ الاخلاق حصۂ دوم حضرت شاہ مصلح الامتؒ)

اکابر کے ان تمام ارشادات سے ہم یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہو ہم کامیاب نہیں ہو سکتے خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اسلام کے سارے احکام پر عمل کرنے کے راستے میں نفس ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس سے نکلے بغیر آدمی نہ سچا مؤمن ہو سکتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ بن سکتا ہے۔

فغانِ کلیم

طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم

اثر انگیز نصائح

یہ افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان غیروں کی اتباع کررہا ہے یہود ونصاریٰ کی، وہ قوم ملعون ہے اس کی انہوں نے اتباع کی، ایسے ایسے اب ذہن موجود ہیں اسلام کے اندر، مؤمن کے اندر کہ کوئی جواب نہیں ہے، لیکن ہم نے غلط استعمال کرلیا، ان کے در پہ چلے گئے، بھیک مانگنے لگے، ہے ہماری چیز ان سے ہم نے بھیک مانگی؟ چونکہ ہم نے سائنس پڑھا نہیں ہے اصل میں جو کہ صحیح معنیٰ میں ہو، سائنس پڑھتے ہیں بس اس لیے کہ پی ۔ ایچ۔ ڈی ملے ،عہدہ ملے، پروفیسر بن جاؤں، ڈائرکٹر بن جاؤں ، یہ ہے آج کل مقصد سائنس کا، پہلے لوگ سائنس پڑھتے تھے کہ مجھے معرفت ملے گی ، اس سے کام بھی حل ہوگا مجھے ثواب بھی ملے گا یہ تھا مقصد سائنس کا۔ آج سائنس کیوں سیکھی؟ بس پیسہ چاہیے مجھے، ایک لیب قائم کرنی ہے کہ صاحب آپ سائنٹسٹ ہیں آپ کام کیجیے یہاں آ کے، لیکن پیسہ کوئی نہیں ملے گا تو کوئی آئیگا ہی نہیں۔ معلوم ہوا پیسہ چاہیے ان کو تو۔ جذبہ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ اس لیے کہ اس کے سامنے تو دنیا ہے بس، اتنا تو کمانا ضروری ہے جتنے میں اپنی اور عیال کی کفالت ہوسکے، علماء نے اس کو بھی فرض قرار دیا ہے۔ دنیا کمانا منع نہیں دنیا میں خود کو کھپانا منع ہے کہ دنیا میں ایسا پھنسے کہ بنانے والے کو بھول جائے۔ خوب کھاؤ پیو لیکن مالک کو نہ بھولو۔ مالک کو تم نے بھلا دیا جس مالک نے تمہیں دماغ دیا تھا، جس کے لامتناہی احسانات ہیں اس کو ہم لوگوں نے پیچھے ڈال دیا اور دنیا کی جو ملعون قوم ہے اس کی ہم لوگوں نے اتباع کی۔ یہ کس کا قصور ہے؟ افسوس کی بات ہے یہ، بنیاد کمزور ہے ہماری، بچوں کو ہم نے سبق سکھایا ہی نہیں، ان کو پتہ ہی نہیں، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں پوئیم خوب یاد کرلیا اور کلمہ طیّبہ یاد نہیں۔ جتنی چیزیں ہوتی ہیں ان کی

طرف خوب متوجّہ کرنا ہے، ٹیوٹر کے آنے سے پہلے ہی، کہ سر آتے ہونگے، قلم پنسل سب رکھ دیں گے پہلے ہی، کتابوں کو بھی چونکہ بچوں کی دنیا ہے سامنے، اس لئے استاد، سرپرست، بچے سب ہمہ تن متوجّہ ہوتے ہیں اور دلچسپی لیتے ہیں مگر دین کے ساتھ ان کا برتاؤ ایسا نہیں ہوتا۔ سمجھتے ہیں کہ صاحب بلا محنت کے دین آجائیگا۔ یاد رکھو یہ دھوکہ ہے اس لئے اپنی اور اپنی اولاد کی فکر کرنی چاہئے۔

لوگ آکے کہتے ہیں کہ صاحب ''ماشاءاللہ اس بچے کا اچھا پرفامنس (Performance) رہا، اچھے اچھے نمبرات لائے ہیں''، لیکن دین میں یکدم صفر، کل آخرت میں یہی بچے وبال بنیں گے، وہاں پر یہ دعویٰ دائر کریں گے کہ اے اللہ ان کو دُگنی سزا دیجئے انہوں نے مجھے دین نہیں سکھایا، یعنی اولاد کہے گی ان کو دُگنی سزا دیجئے انہوں نے دین نہیں سکھایا۔ دین سکھا کر تو دیکھو، وہی اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی یہاں پر بھی وہاں پر بھی۔ جب زبان پر تمہاری ناشکری ہے تو وہی اعمال سرزد ہونگے، ناشکری کے افعال سرزد ہونگے، شکر کی ادا اپنائیں، کہ اپنے کرم سے مجھے یہ چیز آپ نے عطا فرمایا۔ آج ہم دین کا نام تو لیتے ہیں لیکن دھوکہ دیتے ہیں لوگوں کو، وضع قطع بنائیں صلحاء جیسی اور دھوکہ دے رہے ہیں خوب، یہ عام مرض چل رہا ہے، اللہ سے ڈرو، کتنے لوگ اس دھوکہ میں آجاتے ہیں کہ ماشاءاللہ شرعی داڑھی ہے، نماز کی پابندی ہے، جماعت میں جاتے رہتے ہیں، صلحاء جیسی وضع قطع ہے، بزرگوں سے تعلق ہے، پھر جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کیا یہی شخص ہے وہ؟ اسمیں کس کا قصور ہے یہ؟ اس شخص کے عمل میں کھوٹ ہے۔ دو لفظ ہیں، ''تصفیہ قلب'' اور ''تزکیۂ نفس'' دونوں ضروری ہیں۔ تزکیہ نفس کروگے تو کامیاب ہوجاؤگے۔ عمل میں کھوٹ اسی لئے پیدا ہو رہا ہے کہ ہمارے پیٹ میں حرام مال جا رہا ہے، اور جہاں ایک لقمہ چلا گیا حرام کا وہ تو فساد لائیگا، اللہ سے ڈرو اسی لئے کہتے ہیں۔ وقت ضائع مت کرو، جو وقت گزر رہا ہے غنیمت سمجھو، کوئی شخص کہے کہ میں اب (بعد عصر) ظہر پڑھنا چاہتا ہوں، ناممکن ہے، اب تو اسکا وقت ہے ہی نہیں، اس وقت کیلئے اگلے دن کا انتظار کرو، ملے یا نہ ملے یہ بھی یاد رکھو۔ کل کو اگر ادا بھی کیا تو کل والی ظہر اس کے وقت میں ہوگی آج والی تو قضاء ہی ہوگی، اس لئے وقت کی قیمت پہچانو!۔

مضامین

حضرت مولانا مصلح الدین قاسمی

حج: اجتماعی بندگی کی علامت

رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو گیا، حج کے مہینے شروع ہو گئے، ہر ذی اِستطاعت مؤمن بندے کے لئے بڑی آزمائش اور قربانی کا وقت آ گیا۔ روزہ دار ابھی تک اپنا گھر چھوڑ کر مسجد میں اعتکاف کیلئے آ پڑا تھا اور اب اُسے ملک بھی چھوڑنا ہے، دیارِ محبوب کیلئے رَختِ سفر باندھنا ہے، عام لباس چھوڑ کر عاشقانہ لباس زیبِ تن کرنا ہے، پُرتکلف رہن سہن کو خیر باد کہہ کر بے تکلف سادہ اور زاہدانہ روِش اپنانا ہے۔

دنیا کا ہر مسلمان چاہے اُس کا تعلق کسی بھی خطے یا کسی بھی ملک سے ہو، حج جیسے عظیم الشان فریضے کو ادا کرنے کا ہمہ وقت خواہشمند اور محبوبِ حقیقی کی جلوہ گاہ دیکھنے کے شوق میں بسمل بنا رہتا ہے اور اس شوق کی آگ بجھانے کیلئے پوری زندگی کوششیں کرتا رہتا ہے اور زندگی کے جس مرحلے میں بھی اسبابِ سفر مہیا ہو جائیں وہ موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندائے عام ''وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ'' پر لبیک کہنے کا جذبہ سفر کی تمام مشکلات کو اس کی نگاہ میں ہیچ بلکہ سفرِ حج کی تمام تکلیفوں کو راحت بنا دیتا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اس مقدس سرزمین کیلئے دُعا کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ'' (سورۃ ابراہیم: ۳۷)

اے اللہ! بعض لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔

رب کریم نے اپنے نبی کی دُعا کو قبول فرمایا اور اس ندا کو پوری دنیا میں عام کرنے اور تمام روحوں تک پہنچانے کی ذمہ داری لیتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی:

''يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ'' (سورۃ الحج: ۲۷)

آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئیں گے آپ کی طرف پیدل چل کر اور سوار ہو کر

دُبلے دُبلے اونٹوں پر چلے آئیں گے دور دراز علاقوں سے۔

چنانچہ مؤمن بندے اس عاشقانہ سفر میں ساری پریشانیاں بخوشی برداشت کرکے اپنے محبوب کے دروازے پر حاضری کیلئے پا بہ رکاب رہتے ہیں بلکہ دنیا کے چپے چپے سے لاکھوں کروڑوں محبانِ خدا اپنے محبوبِ حقیقی کی آواز پر پروانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں۔

سفرِ حج پر روانہ ہونے والے تمام مؤمنین اپنے اِردگرد موجود ذاتی وانفرادی زنجیروں کو توڑ کر پھینک دیتے ہیں تاکہ وحدت کی مشق کریں اگرچہ ان لوگوں کا تعلق مختلف قوموں سے ہے، وہ الگ الگ علاقوں کے رہنے والے ہیں، خاندانی اور نسلی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں غریب ہیں، عجم ہیں، ایشیائی ہیں، افریقی ہیں، یورپی ہیں، سیاہ فام اور گورے ہیں، گاؤں والے ہیں، شہر والے ہیں، عالم وجاہل ہیں، کمانڈر وحاکم ہیں، ملازم وخدمت گذار ہیں، دولت منداور فقیر ہیں۔ بہرحال یہ جو کچھ ہیں جہاں کے ہیں چاہے جیسا لباس پہنتے ہوں اور چاہے جتنی خصوصیات کے حامل ہوں، ان کی یہ تمام چیزیں اپنی جگہ پر ہیں مگر اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ لوگ اپنی ذاتی اور انفرادی زندگی سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کو ترک کردیتے ہیں اور ایک رنگ وایک ہی قسم کا لباس پہن کر آپس میں گھل مل جاتے ہیں۔ میقات ہو یا عرفات، سعی ہو یا طواف، منیٰ ہو یا مشعرحرام، ہرجگہ سب لوگ ایک ساتھ ایک شکل میں ایک ہی عمل انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تمام محبانِ خدا اور زائرینِ بیت اللہ آبادی کی بھیڑ میں گم ہوجاتے ہیں تاکہ اپنی ذات کو بھول جائیں یہ ایک قطرے کی طرح انسانوں کے سمندر میں شامل ہوجاتے ہیں تاکہ ایک مخصوص انداز میں ابدیت کے سمندر کی سیر کرلیں کیونکہ ان لوگوں نے کثرت سے وحدت کی طرف پہنچنے کا قصد کررکھا ہے چنانچہ ہر عاشق ومحب اپنا ہوش کھو کر بے خودی اور کیف ومستی کے والہانہ جذبات کے ساتھ اپنے رب کے حضور اِس شان کے ساتھ آتا ہے کہ نہ اُسے اپنے کپڑوں کا ہوش ہے اور نہ بالوں کا، گرد وغبار سے اَٹے ہوئے چہرے کے ساتھ محبوب کے دروازے پر پہنچ کر اپنی حاضری کا اعلان کرتا ہے:

”لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَاشَرِيْكَ لَكَ“

حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں بے شک سبھی تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہت بھی، تیرا کوئی ساجھی نہیں۔

دربارِ خداوندی میں پہنچنے والا ہر بندہ ایک ایک فریضے کی ادائیگی دیوانوں کی طرح کرتا ہے، کبھی اپنے مالک کے گھر کا چکر لگاتا ہے تو کبھی عرفات میں حمد وثنا کرتا ہوا اپنی کوتاہی کی معافی چاہتا ہے، کبھی مزدلفہ میں قُربِ الٰہی کا خواہاں رہتا ہے تو کبھی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ لگا کر سنتِ عاشقانہ کو تازہ کرتا ہے، کبھی مقامِ ابراہیم پر دَست بستہ قیام کرتا ہے تو کبھی میدانِ عرفات میں سر بسجود محبوب کی یاد میں اَشکبار رہتا ہے، جمرات کو نہیں نفس کے شیطان کو کنکریاں مارتا ہے، جانوروں کی نہیں حقیقتاً اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے۔

مؤمن بندے کی یہی وہ ادائیں ہیں جن کے طفیل اللہ رب العزت رحمت کے خزانے کھول دیتا ہے، بڑے بڑے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور حاجی اپنے رب کریم کے دربار سے اس طرح لوٹتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہو۔ حدیث شریف میں اس خوشخبری کی صراحت اِن الفاظ میں آئی ہے:

''مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ'' (بخاری شریف)

جس نے محض اللہ کیلئے حج کیا پس اُس نے ایسی باتیں نہ کیں جو عورتوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور گناہ نہ کئے تو ایسا واپس ہوگا جیسا اس روز تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔

حج اجتماعی بندگی کی واضح ترین علامت ہے۔ حج کے دوران مؤمن بندہ اپنے خالق سے وحدتِ عمل کا معاہدہ کرتا ہے، وہ اپنے ہر ایک عمل سے خداوند قدوس سے اپنے رابطے کی شہادت پیش کرتا ہے۔ اعمالِ حج کے دوران حاجی موت وحیات کو بخوبی سمجھ لیتا ہے وہ چلتی پھرتی آبادی کے اس سیلاب سے میدانِ محشر، اہلِ محشر اور اہلِ محشر کی حالت کا اندازہ کرلیتا ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ سبھی لوگ دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں تاکہ اپنے فرائض کو ٹھیک طریقے سے سمجھ لیں اور ہر فریضے کو صحیح طریقے سے ادا کریں اور کسی فریضے کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو، ان کا حساب یہیں صاف ہوجائے اور کسی بھی کوتاہی اور جرم کا دم ان کے ذمے باقی نہ رہے۔

میدانِ عرفات کا منظر بھی قابلِ دید ہوتا ہے، دور دور تک جدھر بھی نگاہ اُٹھا کر دیکھو تمام لوگ ایک ہی جیسے لباس میں متحد الشکل نظر آتے ہیں، تاحدِ نگاہ انسانوں کا سیلاب اُمنڈتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد اسلامی تعلیمات کی عظمت، شان وشوکت اور اجتماعی بندگی کا انداز ہوتا ہے یہاں کوئی شخص کمانڈر وحاکم نہیں اس نظام کی تنظیم کا کوئی ناظم نہیں اور کسی کو محکومیت کا احساس نہیں بلکہ تمام لوگ یکساں ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں، سبھی محترم ہیں، سبھی دنیوی امتیازات سے کنارہ کشی اختیار کئے ہوئے ہیں، کسی میں مال ودولت کی ہوس اور سماجی عہدہ ومقام اور دنیوی شان وشوکت کے حصول کی خواہش نہیں، سب اپنے گناہوں کی معافی کیلئے آئے ہیں، سب غور وفکر میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر ان کی فکر دنیا کے سلسلے میں نہیں بلکہ ان کا فکر کا محور آخرت ہے۔ سب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس یقین کے ساتھ آئے ہیں کہ اِس دَر کے علاوہ کوئی دَر نہیں، ان کی آنکھوں سے توسیل رَواں، اَشک رَواں ہے مگر وہ دل سے یہ کہہ رہے ہیں: ''اے اللہ! تو رحمٰن ہے، ہم ہزار بُرے لیکن ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع تیری رحمت کی چادر ہے''۔

وہ جانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ عدل پر اُتر آئے تو ہماری نجات ممکن نہیں ہے اس لئے گھبرا کر کہتے ہیں: ''مالک! ہمیں آپ کا عدل نہیں آپ کا فضل چاہئے''۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری کوتاہیوں کا ذخیرہ اتنا بڑا ہے کہ اگر حساب شروع ہوا تو بہر حال پکڑے جائیں گے اس لئے پکار کر کہتے ہیں: ''مالک! حساب نہ لیجئے، ہم حساب دینے کی ہمت کہاں سے لائیں ہم کو تو اپنے فضل وکرم سے حساب وکتاب کے بغیر معاف کر کے جنت دے دیجئے''۔ ہر ایک حاجی خداوند قدوس کے دربار میں اس یقین کے ساتھ حاضر ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا ہے اس لئے ہم بھی بخشش کا پروانہ لے کر جائیں گے، فضلِ الٰہی اور رحمتِ باری کی بارش ہم پر بھی ضرور ہوگی۔

اپنی عاجزی کا احساس، اپنی کوتاہی کا اعتراف، اللہ کی رحمت پر اعتماد اور اس کے ساتھ ''کچھ نہ کچھ لے کر ہی جائیں گے'' کا یقین، پھر کیف ومستی وخود فراموشی اور عشق ومحبت کے جذبات سے سرشار ہونا، مچل مچل کر مانگنا، لپٹ لپٹ کر رونا، یہی وہ صدائیں اور ادائیں ہیں جو رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور ہر حاجی اپنا دامن مراد بھر لیتا ہے اور معصوم، صاف ستھرا، دُھلا دُھلایا بڑی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

مولانا محمد ابوبکر شبیر

تہجد، فضائل وفوائد (دوسری قسط)

تہجد دنیا و مافیہا سے افضل نماز:

تہجد صرف افضل عبادت ہی نہیں بلکہ جو لمحات اس مبارک نماز میں صرف ہو جائیں وہ دنیا کے حسین ترین اور قیمتی لمحات بن جاتے ہیں، چنانچہ حضرت حسان بن عطیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں:

’’قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتان یرکعھما العبد فی جوف اللیل خیرلہ من الدنیا ومافیھا، ولولا ان اشق علی امتی لفرضتھا علیھم‘‘۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو رکعات جنہیں بندہ درمیان رات کو پڑھتا ہے، اس کیلئے دنیا و مافیہا (جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے۔ اگر مجھے اپنی اُمت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر وہ (تہجد) فرض کر دیتا۔

معزز ترین لوگوں کا وظیفہ:

تہجد کی نماز جہاں اخروی فوائد سے مالا مال ہے، وہیں دنیا میں بھی باعث عزت وفخر ہے، لہٰذا تہجد کی پابندی کرنے والے آخرت میں موجب جزاء کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی باعث عزت وفخر ٹھہرائے گئے۔

چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تہجد گذاروں کو اُمت کے شرفاء قرار دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

’’عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشراف امتی حملۃ القرآن واصحاب اللیل‘‘۔ (البیہقی فی شعب الایمان، ص: ۱۷/۳)

ترجمہ: میری اُمت کے شرفاء حاملین قرآن اور تہجد گذار لوگ ہیں۔

حضرت معافی بن عمران کا قول ’’عز المؤمن استغناء عن الناس، وشرفه قيام بالليل‘‘۔ (البیهقی فی شعب الایمان، ص: ۵۴/۴)

ترجمہ: مؤمن کی عزت لوگوں سے استغناء برتنے میں ہے، اور اس کا شرف رات کو قیام کرنے میں ہے۔

نفیس شیشے کا محل:

شب بیداری اور سحر خیزی جس طرح قربت الٰہی کا ذریعہ ہے اسی طرح بہت سی دنیوی اور اُخروی نعمتوں کا سبب بھی ہے، اُخروی نعمتوں میں سے ایک نعمت جنت میں نفیس شیشے کا محل ہے جو خاص ان لوگوں کے لئے جو راتوں کو اپنی لو سے روشن کرتے ہیں۔

’’عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرٰى ظُهُوْرُهَا مِنْ بُطُوْنِهَا، وَبُطُوْنُهَا مِنْ ظُهُوْرِهَا، فَقَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: هِيَ لِمَنْ قَالَ طَيِّبَ الْكَلَامِ، وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَاَفْشَى السَّلَامَ، وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ‘‘۔ (المصنف لابن ابی شیبة، رقم الحدیث: ۲۶۲۵۷)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر سے باہر کا نظارہ ہوتا ہے، اور باہر سے اندر دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سن کر ایک اعرابی اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ کن لوگوں کیلئے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس شخص کے لئے ہوں گے جو اچھی باتیں کرے، کھانا کھلائے، پابندی سے روزے رکھے اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھے، جس وقت دوسرے لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

’’عَنْ عبد الله بن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال: قالت عائشة رضی الله عنها: لاتدع قيام

اللیل: فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لایدعہ، وکان اذا کسل اومل صلی جالسا''۔(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۱۳۰۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی موسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قیام اللیل یعنی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا مت چھوڑنا؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے ترک نہیں کرتے تھے، اور جب تھک جاتے یا اکتاہٹ محسوس کرتے تو بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

''عن قتادۃ رضی اللہ عنہ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لابد من قیام اللیل ولوقدر حلب شاۃ''۔

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ قیام اللیل یعنی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے، اگرچہ بکری دوہنے کے بقدر تھوڑی دیر کیلئے ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور تہجد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد کے متعلق تعلیمات اس قدر عام تھیں کہ اس وقت چھوٹا، بڑا، مرد وعورت، آزاد اور غلام ہر کوئی تہجد کی پابندی کرتا تھا، اور اس کے فوت ہوجانے کو زندگی کا ضیاع خیال کرتا تھا، چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ تہجد کی نماز فوت ہوگئی تو سزا کے طور پر پورا سال رات کو قیام فرمایا۔

''عن منکدر ابن محمد، عن ابیہ، ان تمیما الداری نام لیلۃ لم یقم یتہجد فیہا حتی اصبح، فقام سنۃ لم ینم فیہا عقوبۃ للذی صنع''۔

(البیھقی فی شعب الایمان، رقم الحدیث:۲۹۳۵)

ترجمہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رات کو سوتے رہے، تہجد کیلئے نہ اُٹھ سکے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، پھر اس عمل کی سزا کے طور پر پورا سال رات کو قیام کیا،

ایک بار بھی نہیں سوئے۔

شیوہ صالحین:

’’عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم، وھو قربۃ لکم الی ربکم، ومکفر للسیئات، ومنھاۃ عن الاثم۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ‘‘۔

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث:۱۱۹۷)

ترجمہ: رات کو قیام کرو؛ کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے، یہ تمہارے لئے اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، برائیوں کا کفارہ ہے اور گناہوں کیلئے رُکاوٹ ہے۔

تہجد رضاء الٰہی کا سبب:

’’عن ابی عبیدۃ، عن ابیہ قال: ان اللہ لیضحک الی رجل قام فی جوف اللیل واھلہ نیام لایراہ الا اللہ فتطھر، وذکر اللہ، وصلی، فیقول: انظروا الی عبدی ھذا لوشاء ان ینام کما نام اھلہ فیضحک اللہ الیہ‘‘۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس آدمی کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں جو آدھی رات کو اُٹھے، اس حال میں کہ اس کے گھر والے سوئے ہوئے ہوں۔ اللہ کے علاوہ اس کو کوئی نہ دیکھ رہا ہو، پھر وضو کر کے اللہ کا ذکر کرے اور نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے (اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: میرے اس بندے کو دیکھو! اگر چاہتا تو سویا رہتا جیسے کہ اس کے گھر والے سوئے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرم فرماتے ہوئے خوش ہوتے ہیں۔

’’عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاثۃ

یضحك الله الیهم: الرجل یقوم من اللیل، والقوم اذا صفوا للصلاة، والقوم اذا صفوا للقتال''۔ (مسند الامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۱۷۶۱)

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تین قسم کے لوگوں پر اللہ خوش ہوتا ہے: وہ آدمی جو نماز تہجد پڑھتا ہے، وہ لوگ جو نماز کیلئے صف بندی کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو دشمن کے خلاف لڑنے کیلئے صف بندی کرتے ہیں''۔

ایک حدیث مبارک میں حضور سرور کائنات ؐ ارشاد فرماتے ہیں:

''عن عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ، انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم، یقول اقرب مایکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر، فان استطعت ان تکون ممن یذکر الله فی تلك الساعة فکن''۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۷۹، ۲۶۲)

ترجمہ: عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: اللہ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے۔ اگر تو طاقت رکھے تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو اللہ کا ذکر اس گھڑی میں کرتے ہیں۔

متہجدین کو فرشتوں کا رشک بھری نظر سے دیکھنا:

''ان کعبا رضی اللہ عنہ قال ان الملائکة ینظرون من السمآء الی الذین یصلون باللیل فی بیوتهم کما تنظرون انتم الی نجوم السمآء''۔

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ رات کو اُٹھ کر گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، فرشتے ان کو آسمان سے اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ (جاری)

امثال وعبر

مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی

امانتداری اور حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کسی اہم مقصد کیلئے تمام اہل مدینہ کو جمع فرمایا، اور تقریر سے پہلے ایک جملہ ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا اے لوگو! سنو اور مانو!

ایک بڑھیا کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے **لَا نَسْمَعُ وَلَا نُطِیْعُ** کہ نہ تیری بات سنیں گے اور نہ مانیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا کیا مجھ سے جرم ہوا کہ میری بات سننے کیلئے تیار نہیں، میری بات ماننے کیلئے تیار نہیں، اس بڑھیا نے کہا کہ فلانی جگہ سے چادریں آئیں، اور آپ نے تمام مدینہ والوں کو ایک ایک چادر دی اور آپ اس وقت ایک چادر اوڑھے ہوئے ہیں، اور ایک تہبند کی جگہ باندھے ہوئے ہیں، دو چادریں آپ کے حصہ میں کیسے آئیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دم منبر سے نیچے اُتر آئے، اور فرمایا کہ اس کا جواب میرا بیٹا عبداللہ دے گا، بھائی بلاؤ عبداللہ کو، عبداللہ بلائے گئے، اور پوچھا کہ اس سوال اور اعتراض کا جواب دو، بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان کا کرتا پھٹ گیا تھا، ابا جان کو کچھ ضروری بات کہنی تھی، اتنا موقع نہیں تھا کہ کرتا سلوایا جائے، میں نے اپنی چادر ابا جان کی خدمت میں پیش کردی، دو چادریں اس طریقے سے ابا جان کے پاس ہوگئیں ایک میری ہے اور ایک ابا جان کی ہے، تب بڑھیا کھڑی ہوئی اور کہا **آلْآنَ نَسْمَعُ وَنُطِیْعُ** اب سنیں گے اور مانیں گے بھی، اب کہو کیا کہنا ہے؟ یہ ہے امانتداری اور یہ ہے عدل وانصاف۔

یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ چند صحابہ کی جماعت کے ساتھ بڑے ضروری کام سے

تشریف لے جارہے ہیں، راستہ میں ایک بڑھیا ملی، جن کی کمر مبارک بھی جھک گئی تھی، اور لاٹھی کے سہارے سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قِفْ يَا عُمَر عمر ٹھہر جا! کہاں لپکا جارہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے، اور بڑھیا لاٹھی کے سہارے سیدھی کھڑی ہوگئی، اور فرمایا اے عمر! میرے سامنے تیرے اوپر تین دور گذر چکے ہیں، ایک دور تو وہ تھا کہ تو سخت گرمی کے زمانے میں اونٹ چرایا کرتا تھا، اور اونٹ بھی چرانا نہیں آتا تھا، صبح سے شام تک حضرت عمرؓ اونٹ چرایا کرتے تھے تو خطاب کی مار پڑتی تھی کہ اونٹوں کو اچھی طرح چرا کر کیوں نہیں لایا؟ ان کی بہن عمر کو یہ کہتی تھی کہ عمر تجھ سے تو پھلی نہیں پھوٹتی، تو اس بڑھیا نے کہا کہ تو اونٹ چرایا کرتا تھا، اور تیرے سر پر ٹاٹ کا یا کمبل کا ٹکڑا ہوتا تھا، اور ہاتھ میں پتے جھاڑنے کا آنکڑا ہوتا تھا، دوسرا دور وہ آیا کہ لوگوں نے تجھے عمیر کہنا شروع کیا، اس لئے کہ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا، اس کی طرف سے پابندی تھی کہ میرے نام پر نام نہ رکھا جائے، گھر والوں نے حضرت عمرؓ کے نام میں تصغیر کر کے عمیر کہنا شروع کردیا تھا ۲ سنہ ھ میں غزوۂ بدر ہوا، اور اس میں ابوجہل مارا گیا، اس وقت تک ان کو عمیر ہی کہا جاتا تھا، بڑھیا نے کہا اب تیسرا دور یہ ہے کہ اب تجھے نہ کوئی عمیر کہتا ہے نہ عمر، بلکہ امیر المؤمنین کہہ کر پکارتے ہیں اس تمہید کے بعد بڑھیا نے کہا:

اِتَّقِ اللہَ تَعَالٰی فِی الرَّعِیَّةِ رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

امیر المؤمنین بننا آسان ہے، مگر حق والے کا حق ادا کرنا مشکل ہے، کل حقوق کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کرو، عمرؓ زار و قطار رو رہے ہیں، یہاں تک کہ داڑھی مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں، صحابہ جو ساتھ تھے انہوں نے بڑھیا کی طرف اشارہ کیا کہ بس تشریف لیجاؤ، حضرت عمرؓ کے رونے کی وجہ سے زبان بھی نہ اُٹھ سکی، اشارہ سے ہی منع فرمادیا کہ ان کو فرمانے دو جو فرمارہی ہیں، جب وہ چلی گئی تب صحابہ میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھیں؟

جس نے آپ کا اتنا وقت ضائع کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ ساری رات کھڑی رہتی تو عمر یہاں سے سرکنے والا نہیں تھا، بجز فجر کی نماز کے، یہ بی بی صاحبہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی بات کی شنوائی ساتویں آسمان کے اوپر ہوئی۔ اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللهِ۔

بالیقین اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے آگے جھینک رہی تھی۔

فرمایا: عمر کی کیا مجال تھی کہ ان کی بات نہ سنے جن کی بات ساتویں آسمان کے اوپر سنی گئی۔ حضرت عمرؓ نے ان بی بی صاحبہ کے ارشادِ عالیہ کو اپنے لئے لائحۂ عمل اور دستور بنالیا تھا، اور پوری زندگی حق والے کا حق ادا فرماتے رہے، اور اس میں کسی طرح کی کوئی خیانت نہیں کی، ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہاتھ دھونے کیلئے صابون وغیرہ کوئی چیز ہے؟ کسی نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا: ابھی مسلمانوں کو مشک تقسیم کر کے آیا ہوں، اور میں نہیں چاہتا کہ اس کی خوشبو سے نفع حاصل کروں۔

پس ہمیں چاہئے کہ ہم صحابہؓ کے طریقہ کو اختیار کریں اور ان کے ارشادات وفرمودات کو اپنائیں، اس لئے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ (مشکاۃ، ص:۱۶۹۶، ج:۳)

میرے صحابہ آسمان کے تاروں کے مثل ہیں، ان میں سے جس کا بھی اتباع کرلو گے کامیاب ہوجاؤ گے۔

اور خلفائے راشدین کے اتباع کی بالخصوص تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔

میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑلو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

مولانا مفتی اکرام الدین صاحب

عیدین کی چند سنتیں

عیدالاضحیٰ میں بھی وہی سب چیزیں مسنون ہیں جو عیدالفطر میں مسنون ہیں۔لیکن چند چیزوں میں فرق ہے وہ یہ ہے۔

(۱) عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے۔عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا نہیں ہے۔

(۲) عیدالفطر میں راستے میں چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔(طحطاوی علی المراقی:۲۹۳،بہشتی زیور حصہ:۱۱/۸۵)

(۳) عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی صبح سویرے پڑھنا مسنون ہے۔(بہشتی زیور حصہ:۱۱/۸۵)

(۴) عیدین کے دو خطبے سنت ہیں۔(عمدۃ الفقہ:۲/۲۶۳)

(۵) ان دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔(عمدۃ الفقہ:۲/۲۶۳)

(۶) عیدین میں خطبہ سے قبل تکبیر کہنا سنت ہے یعنی خطبہ کو تکبیر سے شروع کرنا سنت ہے تکبیر کے بعد تحمید کرے۔(عمدۃ الفقہ:۲/۲۶۳)

(۷) پانچ خطبوں کو تکبیر سے شروع کرنا سنت ہے وہ یہ ہیں:

(۱) خطبۂ عیدالفطر۔

(۲) خطبۂ عیدالاضحیٰ۔

(۳) حج کے تین خطبے یعنی خطبۂ مکہ مکرمہ۔

(۴) خطبۂ منٰی۔

(۵) خطبۂ عرفات لیکن ان خطبوں میں تھوڑا فرق ہے مکہ اور عرفات کے خطبوں میں تکبیر کے بعد تلبیہ پھر تحمید کہے اور خطبہ شروع کرے۔ اور منٰی وعیدین میں تکبیر کے بعد تحمید کہے۔ منٰی میں تلبیہ نہ کہے کیونکہ اول رمی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ الفقہ: ۲/ ۴۶۳)

عیدین کی نماز بغیر اذان واقامت ہی سنت ہے

''عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ''۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عیدین کی نماز ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بہت دفعہ پڑھی ہے ہمیشہ بغیر اذان اور بغیر اقامت کے۔

عیدین کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نفلی نماز نہیں ہے

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا''۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی، اور اس سے پہلے یا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی۔

مشعلِ راہ

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری مدظلہ

حج کے متفرق مسائل

حج کی شرعی تعریف

حج ان خاص افعال (وقوف عرفہ اور طوافِ زیارت) عبادت کا نام ہے جو حج کی نیت سے احرام باندھنے کی حالت میں خاص اوقات (ایام حج) میں ادا کئے جاتے ہیں۔

حکم کے اعتبار سے حج کی قسمیں

حکم وصفت کے اعتبار سے حج کی درج ذیل ۵ رقسمیں ہیں:

(۱) فرض عین: یعنی مستطیع شخص کیلئے عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔

(۲) واجب: مثلاً میقات سے بلا احرام آگے بڑھ گیا اور اس کی تلافی کیلئے حج کا ارادہ کیا تو یہ حج واجب کہلائے گا۔

(۳) نفل: جو حج زندگی میں ایک سے زائد بار کیا جائے اور وہ واجب وغیرہ کی قبیل سے نہ ہو تو اس پر نفل کا اطلاق ہوگا۔

(۴) حرام: نام وری اور شہرت کے مقصد سے یا حرام مال سے حج کرنا حرام ہے۔

(۵) مکروہ تحریمی: مثلاً خدمت کے محتاج والدین کی اجازت کے بغیر حج کو جانا، یا اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام کئے بغیر سفر میں چلا جانا وغیرہ۔

حج پہلی فرصت میں کرنا۔

شرائط پائے جانے کے بعد پہلی فرصت میں حج کی ادائیگی واجب ہے، اگر بلا عذر تاخیر کی تو گنہگار ہوگا، تاہم اگر تاخیر کے بعد ادا کرلیا تو گناہ ساقط ہوجائے گا۔

اوراد و وظائف
مولانا مفتی ارشاد صاحب القاسمی

متفرق دُعائیں

کافر کوئی خدمت کرے یا کوئی بھلائی کرے تو کیا دُعا دے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیاس لگی تو ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پانی پلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو دُعا دی: ''جَمَّلَكَ اللّٰهُ'' (اللہ تجھے اچھا رکھے) چنانچہ اس دعا کے نتیجہ میں اس کے بال سفید نہیں ہوئے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

ہر امور میں اچھائی اور کامیابی کی دُعا

''رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا''

ترجمہ: اے ہمارے رب! اپنی جانب سے ہمیں رحمت سے نوازیئے اور ہمارے کاموں میں اچھائی پیدا کر دیجئے۔

فائدہ: دینی اور دنیوی کام کی درستگی کیلئے یہ دُعا اہتمام سے کرے۔

یہ دُعا اصحابِ کہف نے مانگی تھی۔

پل صراط پر سے بانور و بسہولت گذرنے کی دُعا

''رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے نور کو مکمل کر دیجئے اور ہماری مغفرت کیجئے یقیناً آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

امسک الحرمین

ماہر القادری مرحوم

ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسولِ مجتبیٰ ﷺ کہیے محمد مصطفیٰ ﷺ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیے
جبین و رُخ محمد ﷺ کے تجلی ہی تجلی ہیں
کسے شمس الضحیٰ کہیے کسے بدر الدجیٰ کہیے
جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلِّ علیٰ کہیے
غبار راہِ طیبہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاک شفا کہیے
صداقت پر بنا رکھی گئی ہے دین فطرت کی
اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے
مرے سرکار کے نقشِ قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے
محمد ﷺ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتداء کہیے اسی کو انتہا کہیے
مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رُکتے
مری آنکھوں کو ماہرؔ آبِ بقا کہیے

تالیفاتِ رحیمی ایک نظر میں

۱) حقیقت شبِ براءت
۲) تقریر حضرت جیؒ میدان عرفات میں
۳) واتقوا النار
۴) دین اہل دین سے آتا ہے
۵) حج وزیارت کے چالیس نمبر
۶) اذکارِ حدیث
۷) امام اعظم، محدث اعظم
۸) رکعاتِ تراویح
۹) تحفۃ الحجاج (مختصر پمفلٹ)
۱۰) محدث جنوب حیات وخدمات
۱۱) وصیۃ السلوک
۱۲) باطنی تزکیہ کی ضرورت واہمیت
۱۳) صرف دنیوی تعلیم کافی نہیں
۱۴) خطباتِ رحیمی جلد اوّل
۱۵) خطباتِ رحیمی جلد دوّم
۱۶) خطباتِ رحیمی جلد سوّم
۱۷) تقاریر رمضان
۱۸) کھلا دشمن اور اس کا توڑ
۱۹) دین کے دس سبق
۲۰) تین اہم نصیحتیں
۲۱) رسالہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
۲۲) آفتابِ حکمت
۲۳) افاضاتِ رحیمی جلد اوّل
۲۴) افاضاتِ رحیمی جلد دوّم (زیرِ طبع)
۲۵) معارفِ دینیہ حصہ اول

AL-MAARIF

By: JAMIYA RAHEEMIYA KHAIRUL MADARIS
(Under Supervision of Raheemi Trust)
Beside: Masjid -e- Ashraf
Deeramathi 2nd Street, Pernambut - 635810.
Vlr Dist. Tamil Nadu (India) P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9894641484.

FOR PRIVATE CIRCULATION ONLY

رحیمی ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد

۱	مسلم محلوں میں حسبِ ضرورت چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا انتظام کرنا۔
۲	مدارس دینیہ کے ذریعہ دینی تعلیم وتربیت مع عصری تعلیم کا انتظام کرنا۔
۳	پسماندہ نواحی علاقوں سے طلبہ کو لاکر ان کیلئے طعام اور وظائف کا اہتمام کرتے ہوئے بہترین دینی تعلیم وتربیت فراہم کرنا۔
۴	مسجدوں کے احاطہ میں اسکول کے طلبہ وطالبات کیلئے مفت قرآنی دینی تعلیم کا انتظام۔
۵	علماء حقانی کے مواعظ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی فکر اور جدوجہد۔
٦	صحیح اسلامی عقائد اور مسائل کی بوقت ضرورت اشاعت۔
۷	غریب ونادار لڑکیوں کی شادی میں حسب استطاعت مالی امداد کرنا۔